مولانا الطاف الرحمٰن بنوی (معلم قرآن اکیڈمی)

محمد رسول اللہ بحیثیت مزکی و مطہر امت

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد :-

قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر قرآن ہی کے لئے نور کا لفظ استعمال کیا گیا ہے مثلاً سورۃ نساء آیت ۱۷۴ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ہ اے لوگو! تحقیق آیا ہے تمہارے پاس برہان تمہارے رب کی جانب سے اور ہم نے نازل کیا تمہاری طرف نور ظاہر، اس طرح سے سورۃ اعراف آیت ۱۵۷ میں ارشاد ہوا ، فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور قوت دی اس کو اور مدد کی اس کی اور پیروی کی اُس نور کی کہ اتارا گیا ہے اُس کے ساتھ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔

تو جیسے قرآن پر نور یعنی روشنی کا اطلاق کیا گیا ہے اسی مفہوم میں نبی علیہ السلام کو بھی کلمہ نور سے یاد کیا گیا ہے مثلاً سورۃ مائدہ کی آیت ۱۵ قَدْ جَاءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ہ میں اگر کتاب مبین کو نور کا عطف تفسیری نہ کہا جائے تو یقیناً نور سے نبی علیہ السلام کی ذات ہی مراد ہوگی ، اسی جگہ پر اس نور کی دنیا میں آمد کی غرض و غایت پر اس طرح سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ کہ اس نور اور کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ

ان لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے جو رضائے حق کے طلبگار ہوں اور اپنی توفیق سے ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے، سورۃ احزاب آیات ۴۵، ۴۶ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ میں آپ کے مقام و مرتبے کو اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ آپ کی حیثیت ایک روشن چراغ کی سی ہے جو خود بھی روشن اور پورے ماحول کو بھی روشن کرتا ہے۔ قرآن کریم نے نبی علیہ السلام کے فرائض منصبی کے سلسلۂ ذکر میں تزکیۂ نفوس کو چار کا ایک بتلایا ہے چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۴ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۚ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اور کئی دوسری جگہ پر اس کی صراحت موجود ہے۔ مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ تین یعنی تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کی غرض و غایت بھی انسانی صورت و سیرت کی شائستگی کا حصول ہے جس کے لئے تزکیہ کا جامع عنوان استعمال کیا گیا ہے۔ اس قرآنی مطالعے سے قدرتی طور پر نتیجہ خود بخود برآمد ہوتا ہے کہ تزکیہ و تطہیر ہی کے سلسلے میں جو آپ کی نبوت کا سب سے بڑا اور اہم ترین مقصد ہے آپ خود نور بھی ہیں اور عالم کے لئے ذریعۂ تنویر بھی۔

مندرجہ بالا معروضات کے ساتھ نبی علیہ السلام کا یہ ارشادِ گرامی بھی پیشِ نظر ہو کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۝ کہ میری بعثت ہی اسی لئے ہوئی ہے کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر لوں تو یہ بات دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصدِ وحید یہی ہے کہ انسانیت کو رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ کرنے کا مہتم بالشان کام سرانجام پائے۔ گویا قرآن و حدیث دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی جسمانی اور فکری نشو و نما یا بالفاظ دیگر اس کی مادی اور عقلی تکمیل کے بعد اس کے اصلی انسانی یعنی اخلاقی پہلو کی اصلاح و تعمیر کا انتہائی صبر آزما مرحلہ درپیش تھا۔ جس کیلئے ایک ایسے اولوالعزم معلم کی ضرورت تھی جو عالمگیر انسانی معاشرت کے شایانِ شان

ایسی اخلاقی سیرت و کردار کا نمونہ قائم کرے جس کو تلاش آدم کے سلسلے میں انسان کی طویل ترین جدوجہد کا آخری نصب العین قرار دیا جا سکے - چنانچہ اس کے لئے آپؐ کی ذات والا صفات کو چن لیا گیا - کیا عجب اگر صاحب جوامع الکلم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشاد میں محدثین کے بیان کردہ اس مشہور معہود مفہوم کے ساتھ تعمیر انسانیت کے ضمن میں نبی علیہ السّلام کی اس اتمامی اور تکمیلی حیثیت کی جانب بھی ایک رمز و اشارہ موجود ہو آپؐنے فرمایا -

ومثلي ومثل الانبياء كمثل قصرٍ احسن بنيانهٗ وترك منهٗ موضع لبنةٍ فطاف به النظار يتعجبون من حسن بنائه الا موضع تلك اللبنة فكنت انا سددت موضع اللبنة ختم بي البنيان وختم بي الرسل، یعنی میری اور دوسرے انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک عمارت ہو جس کو نہایت خوبصورت ڈیل ڈول سے تیار کیا گیا ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی کسر باقی رہ گئی ہو پس اس کا تماشہ کرنے والے ناظرین اس کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اس کی دل آویزیوں سے محظوظ ہوتے ہیں مگر اس ایک اینٹ کی کسر ان کو بری طرح چبھتی ہے چنانچہ میں نے ہی اس ایک اینٹ کی کسر پوری کر دی میری ہی وجہ سے اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور میری ہی ذات پر رسولوں کا خاتمہ ہوا - اس حدیث کے مرموز کی تطبیق ہمارے مدعا کے ساتھ بایں طور پر ہوگی کہ انسانِ کامل کی تعمیر کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السّلام سے شروع ہوا ہر ایک پیغمبر اور رسول نے آکر اسمیں اپنا وظیفہ ادا کر دیا تا آنکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتے پہنچتے اس کی تعمیر کے اکثر پہلو مکمل ہو چکے تھے ہاں اس کا ایک پہلو اور نہایت ہی اہم پہلو تکمیل طلب تھا چنانچہ خدا تعالٰے کے آخری رسول محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر اس کی آخری اینٹ کو نصب کیا اور اس مہارت اور ہنر سے نصب کیا جس سے انسانی عمارت کا قدرتی حسن وجمال اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ پوری آب و تاب سے رونما ہوا اور واقعی معنوں میں داد و تحسین کا مستحق ٹھہرا - معزز سامعین! تکمیل انسانی کے اس افضل و اشرف کام کے لئے جس

ہستی کو مقرر کیا گیا اوّلاً اس کو خود تمام تر انسانی محاسن سے آراستہ کیا گیا ۔ بمصداق حدیث الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ یعنی انسانی نسلیں زیر زمین چھپے ہوئے معدنی اقسام ہی کی طرح ہیں کہ عمدہ اور صالح عناصر کے اختلاط سے سونے چاندی کی عمدہ دھاتیں ترتیب پاتی ہیں ۔ اس طرح باکمال آباء و اجداد سے اکثر و بیشتر باکمال اولاد پیدا ہوتی ہے ، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود عنصری جن اُصول کے اصلاب و ارحام سے گزر کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا وہ سب اپنے اپنے زمانہ کے بہترین خلائق میں سے تھے حضورؐ ہی کا ارشاد ہے بعثت من خیر قرون بنی آدم قرناً فقرناً حتی کنت من القرن الذی کنت منہ یعنی میں انسانی پشتوں کی بہترین پشتوں میں سے پیدا کیا گیا ۔ چنانچہ اس تدریجی انتقال کے ذریعے بالآخر اُس پشت میں سے ظاہر ہوا جس سے ظہور مقدر تھا ، اسکی مزید تفصیل آپؐ نے یوں بیان فرمائی کہ ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من وُلد اسمٰعیل واصطفیٰ قریشاً من کنانۃ واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفٰنی من بنی ھاشم یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل علیہ السّلام میں سے بنی کنانہ کو چُن لیا پھر بنی کنانہ میں سے قریش کو خاص فضیلت عطا کی پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو خاص فرمایا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا ۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نسبی طور پر عمدگی اور نجابت میں پوری انسانیت کا خلاصہ ٹھہرے ۔

اُستاذ مرحوم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نور اللہ مرقدہ سیرۃ المصطفیٰ میں نبی علیہ السّلام کا نسب مطہر بیان کرنے کے بعد علامہ ماوردیؒ کی کتاب اعلام النبوۃ سے ان کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ۔

اذا اختبرت حال نسبہ صلے اللہ علیہ وسلم وعرفت طہارۃ مولدہ علمت انّہ سلالۃ آبآءٍ کرام لیس منھم مسترذل بل کلھم سادۃ قادۃ وشرف النسب وطھارۃ المولد من شرائط النبوۃ ۔

یعنی جب تونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مطیب کا حال معلوم کر لیا اور آپ کی طہارتِ نسب کو خوب پہچان لیا تو تو ضرور اس بات کا یقین کرے گا

کہ حضور پرنُور صلے اللہ علیہ وسلم آبائے کرام اور اجدادِ عظام کا سُلالۃ اور خلاصہ ہیں اور کوئی شخص بھی آپؐ کے سلسلۂ آباؤ میں رذیل اور کمینہ نہیں سب کے سب سردار اور سید اور قائد ہیں اور شرافتِ نسب اور طہارت ولادت شرائطِ نبوّت میں سے ہے ان موروثی خوبیوں اور کمالات پر مستزاد خدا تعالےٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری اور باطنی تطہیر کے لئے بیشمار دوسرے انتظامات بھی فرمائے نبی علیہ السلام کے شق صدر کا واقعہ مختلف طریقوں سے اتنی احادیث میں وارد ہُوا ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں، اس کی تشریح حقیقتِ واقعہ کے طور پر کی جائے یا کسی تشبیہ وتمثیل کے رنگ میں ۔ اتنی بات بہرحال ثابت ہوتی ہے کہ فطری انسانی آلائشوں کا ممکنہ حد تک قلع قمع کرنے کے لئے کچھ غیر معمولی تدابیر بہرحال اختیار کی گئی ہیں جن کو دوسرے سینکڑوں ارہاصات ومعجزات کی طرح نبوی کمالات میں بلا تأمّل شمار کیا جاسکتا ہے ۔

ان خاص انتظامات واہتمامات کے ساتھ جو پیغمبر دنیا میں تشریف لائے بلاشبہ شاعرِ نبوت حضرت حسّان رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے ان اشعار کا پورا پورا محمل ومصداق تھے ۔

واحسن منك لم ترقط عيني   واجمل منك لم تلد النساء

خُلقت مُبرّأً من كل عيب   كانكَ قد خُلقت كما تشاء

کہ آپ سے زیادہ جمیل میری آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں اور آپ سے زیادہ حسین عورتوں نے جنا ہی نہیں آپ تمام عیوب سے پاک پیدا ہوئے گویا آپ ایسے ہی تخلیق کئے گئے جیسے آپ چاہتے تھے ۔

اور ابوالطیب متنبی نے اپنے ممدوح سیف الدولہ کی ستائش میں یہ کہہ کر کتنا بڑا ظلم کیا کہ مضت الدھور وما اتين بمثله ولقد اتى فعجزن عن نظرائه کہ زمانے گزر گئے لیکن اس کی مثال پیدا نہ کرسکے اور جب وہ پیدا ہوتے تو زمانے اس کی نظیر لانے سے قاصر ہیں ۔ کیونکہ اس مدح کا ممدوح فی الواقعہ پوری انسانی تاریخ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اوّلین و آخرین کے کمالات کے جامع

حُسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کی شان والے جب تزکیہ و تطہیر اُمت کے اپنے میدان کار میں کُود ے تو یُوں کہ بقول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کان خلقہ القرآن، قرآن کی خاموش اخلاقی تعلیمات کا جیتا جاگتا پیکرِ ناطق بن کر امت کو رذائل سے پاک اور فضائل سے متصف کرانے کے کام میں ہمہ تن منہمک ہو گئے اور پھر یہ انہماک بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچا کہ رب تعالٰی کو لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ شاید تو اس انہماک میں جان دے دیگا اور لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ، اے پیغمبر تو ان پر نگران و نگھبان نہیں وغیرہ تنبیہات سے آپ کو متنبہ کرنا پڑا۔

تزکیہ و تطہیر کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم اور عمل سے اخلاقی اقدار کا جو تصوّر اور نمونہ دیا اس کی پوری پوری اور صحیح قدر و قیمت تو اُس وقت معلوم ہوتی ہے جبکہ دوسرے مروجہ مذاہب کی اخلاقی قدروں کے ساتھ ان کا تفصیلی موازنہ کیا جائے تاہم اجمالی طور پر اس کو اس اصولی تقسیم کی روشنی میں پرکھا جا سکتا ہے کہ دُنیا کے تمام مذاہب کے اخلاقیات کا سرسری مطالعہ بھی یہ جاننے کے لئے کافی ہو سکتا ہے کہ ان سب میں ظاہر و باطن کی تطہیر اور تعمیرِ اخلاق کے اصول و فروع میں انتہائی افراط و تفریط کارفرما ہے جس کی بدولت انسان کو ایک ایسی غیر متوازن صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس میں اس کے کمالات اور خوبیوں کے پنپنے کا موقعہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اس کے برعکس نبی علیہ السلام نے ایک ایسا ضابطۂ اخلاق پیش کیا ہے جس میں ایک طرف تو انسان کے ظاہری اور باطنی محاسن کے ظہور کی پوری پوری گنجائش موجود ہے اور دوسری طرف فرد اور جماعت دونوں کے ترقیاتی تقاضوں کی اس باریک بینی سے رعایت کی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے راستے میں رکاوٹ بننے کی بجائے ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

قابل قدر حاضرین! تطہیرِ ظاہر کے سلسلے میں کچھ لوگ تو ایک عجیب قسم کی تضاد

عملی کا شکار ہیں مثلاً وہ بلا ناغہ روزانہ نہانے کا اہتمام کرتے ہیں کڑاکے کی سردی میں ان کی ٹھوڑیاں بجنے لگتی ہیں لیکن نام نہاد نفاست کا زعم ان کو یہ سب کچھ برداشت کرنے پر مجبور کرتا ہے ہر دن کا آغاز شیو کرنے اور سر کے بالوں میں تیل کنگھی کے استعمال سے کرتے ہیں اور دسمبر اور جنوری میں یخ بستہ فضاؤں میں کھلے منہ اور ننگے سر نکلنے کا عذاب سہتے ہیں یہ لوگ ظاہری لباس کی ستھرائی کا بھی بہت لحاظ رکھتے ہیں لیکن اس نفاست کے باوجود بول و براز کے وقت کپڑوں میں چھپے ہوئے اعضاء کی مناسب تطہیر کا کوئی اہتمام نہیں کرتے اور جنابت کی پلیدی کا ازالہ کرنے میں ان کو کوئی جلدی نہیں ہوتی۔ مرئی یعنی دیکھے جانے والے اعضاء کی حد تک یہ مفرطانہ اندازِ طہارت اکثر و بیشتر ترقی یافتہ اور ان کی اتباع میں ترقی پذیر قوموں کا شعار بنا ہوا ہے۔

اس کے مقابلے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ظاہری طہارت کو انسانیت کی معنوی ترقیوں میں مخل سمجھتے ہیں، وہ نجاست و غلاظت کو نہ صرف گوارا بلکہ ذریعہ تقرّب قرار دیتے ہیں چنانچہ سکھ مت کے پیرو کار پانی سے دور رہنا، بالوں کا بے ہنگم بڑھانا اور ہر قسم کے نجاساتِ بدنیہ کو اٹھائے پھرنا حد درجہ تقدس خیال کرتے ہیں گو ان کی نئی نسل عملی طور پر اس سے منحرف ہے لیکن مذہب کی حد تک یہ سب کچھ ان کے اعتقادات میں داخل ہے ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلامی تزکیہ و تطہیر کا وہ متوسط اور معتدل مسلک ہے کہ جس میں نہ تو روشن خیالوں کے وہ بے جا تکلفات ہیں جو آرائش یا نمائش کے لئے چار و ناچار کرنا پڑتے ہیں اور نہ ہی سکھ مت کی وہ بد مذاقی ہے جس سے انسانیت کا حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے ہے الطہور شطر الایمان کہ صفائی ایمان کا حصہ ہے اس اصولی تصوّر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے احادیث کی کتابوں میں وہ بے شمار خدائی احکام موجود ہیں جن پر عمل کرنے سے انسانی حسن و جمال تو قائم و دائم رہتا ہے لیکن تزئین و آرائش کے تضیع اوقات کا کوئی دریچہ کھلنے نہیں پاتا۔

اُمت کے اعتقادی تزکیہ و تطہیر کے سلسلہ میں یہ اصول پیش نظر رہا۔

کہ الحاد و اوہام کی دونوں انتہاؤں سے بچ کر ٹھیٹ حقائق کی بنیاد پر ایمانیات کی تشکیل فرمائی - چنانچہ نہ تو ملحدین و زنادقہ کی طرح نری مادہ پرستی سر اُٹھا سکی - اور نہ ہی توہم پرستوں کی طرح مظاہر قدرت کی پرستش کو مذہب بنا لیا گیا - یہاں خالق کو خالق اور مخلوق کو مخلوق مانا گیا، اور دونوں کے ساتھ مناسب تعلقات کی طرح ڈالی گئی -

حاضرینِ کرام! نبی علیہ السلام اُمّتِ وسط کو یہ ہمہ پہلو معتدل نظام زندگی دے کر رخصت ہوا - جب تک اس پر عمل ہوتا رہا اُمت کے بنیانِ مرصوص میں کوئی رخنہ اور شگاف پیدا نہ ہو سکا لیکن جونہی یہ امت صراط مستقیم سے ہٹ کر اِدھر اُدھر کی پگڈنڈیوں پر روانہ ہوئی تو بڑی تیزی سے اُس کا زوال و انحطاط شروع ہوا اور اب حالت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی اصل تعلیمات حیاتِ ملّی کے ایک ایک شعبے سے نکل رہے ہیں اور اس کی جگہ پر کہیں کہیں مادہ پرستی اور کہیں کہیں ..... مظاہر پرستی کے مصنوعی ادیان کے کل پُرزے فٹ کئے جا رہے ہیں اور اب کئی سالوں سے پیشوائے اعظم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر اُمّت کے تمام چھوٹے بڑے رہنماؤں کے ایام منانے کا ایک عجیب وغریب سلسلہ چل نکلا ہے کہ جس میں نام نہاد عشق و محبت کے نام پر ان کی تعلیمات اور سُنّتوں کا خون کیا جا رہا ہے اور نجی اور سرکاری پیمانے پر انہی بدعات کو فروغ دینے کی انتھک کوشش جاری ہے -

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین